



BURNER NEWS

المیس عبدالجبار کا نیا ناول

پیمانِ وفا



WWW.BURNERNEWS.COM

پیمان وفا

امیس عبد الجبار



”امی میں بہت تھکنے لگی ہوں“ ان کی گود میں سر رکھے وہ غم لہجے میں کہہ رہی تھی اس کے لہجے کی ٹھکن اور بیزاری پر رابعہ بیگم کا دل بوجھل سا ہوا شادی کے محض چھ سات ماہ بعد ایسا ٹھکن زدہ لہجہ اور بیزاری، وہ فکر سے اپنی اگلی بیٹی کا چہرہ دیکھتے گئیں۔

”چیزیں اور روپے بدل رہے ہیں یا شاید انب اپنی اصل حالت کی طرف آرہے ہیں یا پھر امی شاید مجھ میں ہی کوئی کمی ہے“ وہ دوسروں پر سارا الزام دھرنے کے بجائے اپنی کمی کی تلاش میں بھی تھی اور یہ ایک اچھی سوچ تھی زندگی کے سفر کو بہتر سے بہتر بنانے کیلئے۔

”فاتح نے کچھ کہا ہے یا سسرال میں کسی اور نے“ وہ بغور اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ نوٹ کر رہی تھیں۔

”کسی نے کچھ نہیں کہا فاتح اچھے ہیں لیکن ان کا مزاج عجیب دھوپ چھاؤں سا ہے“ وہ بہت الجھی الجھی کی تھی ہر دم مسکراتا چہرہ مہربان لگتا تھا۔

”ہم خود بھی دوسروں کے ساتھ دھوپ چھاؤں سا رویہ رکھتے ہیں مزاج ہمہ وقت ایک جیسا ہو یہ تو ناممکنات میں سے ہے دھوپ میں نکلنے سے پہلے ہم جیسے احتیاطی تدابیر کرتے ہیں نہ کہ اس کا نقصان کم سے کم ہو ایسے ہی پریشانی اور جھلسا دینے والے انسانی رویوں سے بچنے کے لئے بھی احتیاطی تدابیر کرنی پڑتی ہیں تاکہ وہ ہمارے مزاج پر کم سے کم اثر انداز نہ ہو سکیں زندگی کو جینے کے ہنر سیکھنے پڑتے ہیں میری بچی ہر چیز پلیٹ میں رکھ کر نہیں ملتی اس فن سے آشنائی کے لئے ٹیگ وود کرنی پڑتی ہے۔ کچھ تجربات، وقتی تکلیف اور دکھ اٹھانے کے بعد حاصل ہوتے ہیں“ وہ بہت نرمی سے اس کے بالوں کو سہلاتے

ہوئے کہہ رہی تھیں۔

”باقی سب لوگوں کا رویہ کیسا ہے“ وہ ان دھوپ چھاؤں سے مزاجوں سے بچنے کے لئے اپنی بیٹی کی مدد کرنا چاہ رہی تھیں۔

”وہ لوگ بھی اچھے ہیں فاتح بہت زیادہ حساس ہے اپنے والدین اور بہنوں کے لئے۔“

”کیا تمہیں برا لگتا ہے یہ“ رابعہ بیگم نے ذرا فکر سے پوچھا۔

”میں اگر کہوں ہاں تو“

”تم مجھے بھی دو چار جوتے لگا کر تمہاری عقل درست کرنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہوگا۔“

انہوں نے یہ کہا نہیں تھا بلکہ عملی طور پر ایک عدد تھپڑ اس کے کانڈھے پر جڑتے عملی ثبوت بھی پیش کیا۔

”کیا ہے امی آپ میرا مسئلہ کیوں نہیں سمجھ رہی“ وہ خفا ہوئی۔

”میں اچھے سے سمجھ رہی ہوں تم بھی ان کو اپنا سمجھو سوچ مثبت اور نیت صاف ہو تو سب چیزیں روشن نظر آتی ہیں۔“ انہوں نے نرمی سے کہا۔

”میں جاہتی ہوں میرا اور فاتح کا تعلق بھی آپ اور ابائی طرح ہو“ اٹھ کر بیٹھے اس نے اپنی خواہش ان کے گوش گزاری۔ رابعہ بیگم کے لبوں پر بے ساختہ سی مسکراہٹ در آئی۔ اپنے رشتے کو مضبوط کرنے کے لئے انہوں نے جو کوششیں کی تھیں وہ اکارت نہیں گئی تھیں ان کی بیٹی آج ان جیسا بننے کی چاہ کر رہی تھی اس سے بڑھ کر بڑی کامیابی کیا تھی۔

”صرف چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کوشش کرنی پڑتی ہے“ انہوں نے اہم نقطے کی طرف توجہ دلائی جو وہ بھول رہی تھی۔

”کسی دوسرے کی زندگی سے موازنہ مت

کر دو اس جیسا شوہر اس جیسا گھر ویسا سسرال یہ موازنہ انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا چیزیں دیکھے نہیں ہوتی جیسی نظر آ رہی ہوتی ہیں یا لوگ دکھا رہے ہوتے ہیں پھر ہر ایک کی زندگی کے حالات مختلف ہوتے ہیں لوگوں کے مزاج الگ ہوتے ہیں عقل مند لوگ اپنی زندگی کو بہتر سے بہترین کی طرف لے جاتے ہیں لیکن جب ہم دوسروں سے موازنہ کرنے لگتے ہیں تو حقیقتاً بہترین بہتر سے بدتر کا آغاز ہو رہا ہوتا ہے۔“

نرمی سے عریضہ کا گل تھپتھا کر وہ فون سننے اٹھ گئیں۔

وہ کچن میں رات کے کھانے کی تیاری میں مصروف تھی دوپٹا اتار کر ایک طرف رکھا تھا بال جوڑے کی شکل میں بندھے تھے گرمی سے برا حال ہو رہا تھا آج ذرا بھی آرام کا وقت نہیں ملا وہ کالج سے آکر کھانے کے اہتمام میں جت گئی تھی۔ اس کی دونوں منڈیں اور جیٹھ رات کے کھانے پر آرہے تھے کالج میں ایک ٹھکن بھرا دن گزار کر گھر کی مشقت، بدن ٹھکن سے چور ہو رہا تھا فاتح کسی کام سے کچن میں آیا تو وہ ٹیبل پر سر رکھے بند حال سے انداز میں بیٹھی تھی۔

”کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے نا“ اس کے ماتھے کو چھو کر بخار چیک کرنے، بالوں کو سہلاتا وہ پریشان سا پوچھ رہا تھا۔

”کچھ بھی نہیں ایسے ہی بس سر میں ہلکا سا درد ہو رہا تھا۔“ فاتح کے پریشان انداز کو دیکھ کر وہ نرمی سے مسکرائی۔

”بچن کلری ہے“ وہ مطمئن نہیں ہوا تھا۔

”نہیں بس ابھی لے لیتی ہوں“ سان کی آج دھبی کرتے اس نے جواب دیا وہ اب سلاط کے لیے کیلے کھیرے وغیرہ نکال کر پلیٹ میں

رکھ رہی تھی فاتح نے اس کے ہاتھ سے پلیٹ لے کر سائیڈ پر رکھی اور ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ کرسی پر بٹھایا۔

”کچھ کھایا تھا کالج سے آکر“ وہ اب گلاس میں پانی ڈالتا پوچھ رہا تھا عریضہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

”میں بچن کلر لے کر آتا ہوں تم آرام سے بیٹھی رہو بس سلاط دھبی میں خود بناؤں گا باقی بھی دیکھ لیتے ہیں کیا کیا کر سکتا ہوں“ وہ کہتے ہوئے کچن سے نکل گیا عریضہ کے لبوں پر خوبصورت سی مسکراہٹ آن تھری تھی شوہر کا احساس بھرا رویہ بیوی کی ساری ٹھکن سیٹھ لیتا ہے۔ دو نرم بول اس کے اندر کی ساری کٹی کو منادیتے ہیں پھر نہ جانے اکثر مرد کیوں بے خبر پھرتے ہیں ایسی بے خبری قابل گرفت نہ ہوگی؟

”عرشی تم نے گھر کو بہت خوبصورتی سے سجایا ہے لگتا ہی نہیں وہ گھر ہے“ بویہ بھائی ارد گرد کا جائزہ لیتے ستاشی لہجے میں کہہ رہی تھیں عریضہ نے مسکراتے ہوئے ان کی تعریف وصولی اسے بھابھی کا سراہنا اچھا لگا تھا۔

”اپنا کمانے کا یہی قوفائدہ ہے کسی کو جواب وہ نہیں ہونا پرتا دوسروں کے ہاتھوں کی طرف دیکھنے سے بچ جاتا ہے بندہ“ بریر بھابھی جوس پیٹے اظہار خیال بھی کر رہی تھیں اس بات سے بے پرواہ کے ان کے یہ خیالات وہاں موجود لوگوں کو پسند آ بھی رہے ہیں یا نہیں۔

”اپنے پیسوں کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے اندازہ ہو گیا ہوگا تمہیں۔“

”جی بھابھی“ اس نے محض تائیدی انداز میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

”فاتح کو اب تو کوئی اعتراض نہیں ہے نا؟“

انہوں نے پوچھا فاتح کی مخالفت سے سب ہی واقف تھے شادی کے لئے اس کی ایک ہی شرط تھی کہ لڑکی جاب نہ کرتی ہو اور نہ ہی کرنے کا ارادہ رکھتی ہو۔ اس لیے اسے اکثر ایسے سوال سننے کو مل جاتے تھے سب کو حیرت ہوتی تھی کہ فاتح کیسے مان گیا تھا۔

”میں نے منالیا آپ کے دیور کو آخر اس کے لہجے میں مان تھا۔“

”یہی خوبی ہے میرے بھائیوں کی وہ اپنے رشتوں کے معاملے میں ہمیشہ چمک دکھاتے ہیں۔“ عدینہ باجی کے لہجے میں اپنے بھائیوں کے لئے محبت تھی۔

”آپ کی ساس کی بھی تو خواہش تھی حرامیے لیے فاتح نے کتنی سختی سے منع کیا تھا کہ وہ کسی جاب کرنے والی لڑکی سے شادی نہیں کرے گا اور اب شاید سوچتا ہوں خواہ مخواہ انکار کیا۔“ بھابھی طنزیہ لہجہ میں کہہ رہی تھیں عریشہ کا مسکراتا چہرہ پھیکا پڑا۔

”فاتح نے عریشہ کی خواہش کا احترام کیا ہے اور دیے بھی یہ سب نصیبوں کی باتیں ہوتی ہیں جب ان دونوں کا نصیب ساتھ تھا تو کوئی کیسے عریشہ کی جگہ لے سکتا تھا“ عدینہ آبی نے اپنے لہجے کی ناگواری چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

”اچھا پتہ ہے عریشہ وہ.....“ منجھ آبانے عریشہ کو گفتگو میں شامل کرتے دانستہ موضوع گفتگو بدلا وہ سب کاموں کے دوران کن اکھیوں سے فاتح کو دیکھتی رہی تھی گرے نراؤ زر اور بلیک شرٹ پہنے پیشانی پر بھرے سیاہ بال اور بڑی ہوتی شیو کے باوجود بھی بہت پیارا لگ رہا تھا۔ مزاج بھی خاصا خوشگوار تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس شخص کی زندگی میں کس مقام پر

تھی لیکن وہ اس کے دل کا فاتح ضرور تھا نکاح کے دو بول محبت کے رشتے میں باندھ دیتے ہیں رشتہ بن تو گیا تھا پر اب وہ اسے نبھانے کے لئے مرحلے پر تھے رات کو جب وہ بلیدہ آئی کوڈر اپ کر کے آیا تو خلاف توقع وہ لان میں چہل قدمی کر رہی تھی۔

”خیریت اب تک کیوں جاگ رہی ہو؟“ وہ بھی اس کے ہم قدم ہوا۔

”ایسے ہی بس نیند نہیں آرہی تھی“ ایک نظر سے دیکھتے جواب دیا۔

”ویسے شوہر کو انتظار کرتی بیوی بہت اچھی لگتی ہے۔“ وہ اب اس کے ساتھ چلتے کہہ رہا تھا

”ہیں یہ کیا بات ہوئی“ وہ حیران ہوئی۔ ”جیسا ہی بات ہے شادی شدہ زندگی میں ڈیم کیر اور ہوگیرو والا رویہ زندگی کی خوبصورتی کو آہستہ آہستہ نگھٹنے لگتا ہے“ فاتح نے آسان لفظوں میں وضاحت کی۔

”یعنی آپ ان ڈائریکٹ میجھے کہہ رہے ہیں کہ میرا رویہ ایسا ہے ڈیم کیر والا“ اس کے لہجے میں دکھ بھری تھی۔

”بیوی میں نے صرف ایک بات کی ہے“ وہ مسکرا رہا تھا۔

”پچھتا رہے ہیں مجھ سے شادی پر“ اس کے لہجے میں نمی تھی فاتح کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

”ساری ذمہ داری بیوی کی تو نہیں ہوتی شوہر کے بھی کچھ فرائض ہوتے ہیں بیوی سے اتنی امید کہ ہر چیز کو پرفیکٹ رکھے خود کو گھر کو رشتوں کو اور آپ شوہر حضرات اس رشتے کے لئے خود کتنی کوشش کرتے ہیں بھلا“ فاتح کے ماتھے پر ناگوار سلولیں ابھرا آئیں ایک لفظ بھی

کہے بنا تاسف بھری نگاہ اس پر ڈال کر وہ اندر کی طرف بڑھ گیا وہ نم آنکھوں سے بے بسی اسے اندر جاتا دیکھتی رہی تھی۔

رابعہ بیگم، فرقان صاحب کتنے لئے کافی بنا کر لائیں تو انہیں گہری سوچ میں گم پایا ”کیا ہوا خیریت“ نرے سائیڈ ٹیبل پر رکھتے وہ پاس رکھی کر رہی تھیں۔

”خیریت ہی ہے میں بس عرشہ کے بارے میں سوچ رہا تھا“ گود میں رکھی کتاب بند کر کے ایک طرف رکھتے وہ پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

”میں خود اس کی طرف سے فکر مند ہوں ایک ساتھ پڑتی بہت سی ذمہ داریوں سے گھبرا گئی ہے اور آپ نے بھی تو نوکری کی ایک نئی ذمہ داری اس کے سر پر ڈال دی ہے۔“ کپ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے لہجے میں کئی کئی ”دقتی پریشانی ہے آہستہ آہستہ سیکھ لے گئی چیزوں کو سمجھ کر آنا چاہئے آئے کچھ حاصل کرنے کے لئے کچھ تگ و دو تو کرنی پڑتی ہے آسانی سے تو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا زندگی میں بہت سی آسانیوں کے لئے پہلے کچھ قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔“

فرقان صاحب اپنے فیصلے سے پوری طرح مطمئن تھے۔

”جب فاضل نہیں چاہتا تھا تو پھر رشتے سے پہلے ان لوگوں نے یہ بات واضح کر دی تھی لیکن آپ نے اسے نا صرف پبلک سروس کمیشن کا ٹیسٹ دلوا کر سلیکشن کے بعد جاب کرنے پر بھی اصرار کیا وہ لوگ تو یہ سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم نے رشتہ جوڑنے کے لئے دقتی ان کی بات مان لی تھی۔“ رابعہ بیگم کے خدشات ایسے کوئی بے بنیاد

بھی نہیں تھے۔ ”آپ بھی ٹھیک کہہ رہی ہیں میں فاتح سے خود بات کروں گا“ انداز پر سوچ سنا تھا۔ ”عورت کو آنا چاہیے چیزوں کو معتدل انداز میں لے کے چلنے کا ہنر نہیں آتا تو سیکھنا چاہئے عورت کا نوکری کرنا کوئی ضروری نہیں ہے پہلے اس کا گھر اور بچے ہیں لیکن ہمارے جیسے متوسط طبقے میں اور آج مہنگائی میں اگر کوئی معزز نوکری کر رہی ہے تو کوئی مضائقہ بھی نہیں معاشی پریشانیاں رشتوں کے درمیان خوبصورتی کو اکثر نگل لیتی ہیں میں صرف آنے والے وقت کی کتنی سے ان کو بچانا چاہتا تھا میں بات کروں گا فاتح سے۔“

”اور ہاں اپنی بیٹی کے کان بھی کچھ سمجھنے گا آپ کی بات اسے زیادہ اچھے سے سمجھ آتی ہے۔“

”کس بات پر کان سمجھنے ہیں“ کال لاگ سے عریشہ کا نمبر نکالتے انہوں نے پوچھا۔

”آج کل کی لڑکیوں کے کیا مسئلے ہیں یہی چاہتی ہیں کہ صرف وہ ہوں ان کا شوہر ہو بس ایک ٹیکل قائم کر لیتے ہیں آج کے لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کے بارے میں اور شادی کے بارے میں جب نکلنے آئے اس تخیلاتی دور سے تو پھر چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بہت بری لگتی ہیں۔“

وہ عاجزی ہو کر کہہ رہی تھیں فرقان صاحب کے لبوں پر مسکراہٹ در آئی وہ اکثر دیکھتے رہتے تھے۔ رابعہ بیگم عریشہ کی منی بات کو فوراً مثبت منجھ دے دیتی تھیں اسے بار بار ٹوک کر پیار سے سمجھاتی رہتی تھیں۔ شادی کے بعد بیٹیوں کے لئے ماں کی ہر بات حرف آخر ہوتی ہے مائیں اگر اولاد کی منی سوچ کی بیج کئی کرتے مثبت سوچ کی آبیاری کریں تو ان کی اولاد کی ہی نہیں

ان کی اولاد سے منسلک بہت سے رشتوں کی زندگیاں خوشگوار اور پرسکون ہو جائیں۔ وہ عریشہ کا نمبر ملا کر فون کان سے لگاتے اپنی شریک حیات کو دیکھتے طمانیت سے مسکراتے تھے۔

وہ بچن وغیرہ سمیٹ کر کمرے میں آئی تو فاتح بیڈ پر نیم دراز کوئی ٹاک شو دیکھ رہا تھا انہماک اتنا کہ اس کے آنے کا بھی کوئی خاص نوٹس نہیں لیا۔

”فاتح بات سنیں“ اس نے خود ہی پکار کر اپنی جانب متوجہ کیا۔

”یوں کیا بات ہے“ نگاہ ہنوز فی وی سکرین پر مرکوز تھی۔

”میں کانٹے سے بریرہ بھابھی کی طرف جاؤں گی آپ واپسی پر مجھے پک کر لیجئے گا۔“

”کیوں خیریت“ اب بارودہ ذرا چونکا ”بھابھی بیمار ہیں تو اماں کہہ رہی تھیں ان کی طرف سے ہوتی آتا بھابھی کا فون آیا تھا کافی خفا رہی تھیں اس نے تفصیل سے جواب دیا۔

”اماں کا بیٹا ہے نہ بیوی کی خدمت کے لئے ان کو کیا ضرورت ہے پریشان ہونے کی“

فاتح نے بڑبڑاتے ہوئے ساتھ ہی ٹی وی کا والیوم بھی ادا نہ کیا۔

”یہ فرض ہے ان کا کہ وہ اپنی بیوی کا خیال رکھیں آپ پتا نہیں کس پر چلے گئے ہیں اماں! تو اتنے اچھے ہیں آپ خواہ مخواہ ہماری ساس بننے کی کوشش نہ کیا کریں“ عریشہ نے قدرے چڑکر کہا۔

”یہ فرض ہے ان کا کہ وہ اپنی بیوی کا خیال رکھیں آپ پتا نہیں کس پر چلے گئے ہیں اماں! تو اتنے اچھے ہیں آپ خواہ مخواہ ہماری ساس بننے کی کوشش نہ کیا کریں“ عریشہ نے قدرے چڑکر کہا۔

”وہ بیمار ہے شریف لوگ ہیں مروت میں مارے جاتے ہیں میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے“

منکرانہ دباتے اس نے مزید چڑایا۔

”یعنی صاف لفظوں میں آپ یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ آپ شریف انسان نہیں ہیں اور نہ ہی لحاظ اور مروت آپ کو چھو کر گزرا ہے“ عریشہ نے بھی اپنے مطلب کے معنی نکالے فاتح بے ساختہ ہنسا۔

”ہماری اپنی زندگی ہے عرشی اپنی زندگی کا کسی دوسرے سے موازنہ نہ کیا کہ جو نظر آ رہا ہوتا ہے حقیقت اس سے یکسر مختلف ہوتی ہے میں راج بھائی جیسی زندگی قطعی نہیں چاہتا۔“

نرم لہجے میں فاتح نے سمجھانا چاہا وہ کھل کر بات بھی نہیں کرنا چاہ رہا تھا اور خواہش یہ بھی تھی کہ وہ سمجھ جائے۔

”ایک خوشگوار زندگی گزار رہے ہیں وہ لوگ آپ کو یہ نہیں کیوں لگتا ہے کہ راج بھائی کی زندگی مشکلات سے دوچار ہے۔ یہ وہ اپنی زندگی سے خوش نہیں ہیں“ اسے فاتح کی باتیں اچھی نہیں لگ رہی تھی جس کا اظہار اسکے لہجے سے بھی ہو رہا تھا وہ فی وی سے نظریں ہٹا کر کچھ دیر عریشہ کا چہرہ دیکھتا رہا۔

”کیوں کہ میں ایک مرد ہوں میں جانتا ہوں حاکمیت پسند اور زبان کی تلخ عورتیں شریف مردوں کی زندگی اور گھر میں تو ملکہ بن کر رہ سکتی ہیں لیکن وہ اس مرد کے دل سے اتر جاتی ہیں اس لئے سب کچھ پاس ہونے کے بعد بھی ہمیشہ نا آسودہ اور بے سکون رہتی ہیں تم اب سے ان دونوں کو ابزرد کرنا میرے لفظوں کی حقیقت سمجھ آجائے گی“ بہت سنجیدگی سے کہتا وہ دوبارہ سے فی وی کی طرف متوجہ ہو گیا قاعریشہ کا دل عجیب سے خوف کے لپیٹ میں آیا اس کا رویہ بھی تو کچھ ایسا ہی ہوتا جا رہا تھا تو کیا وہ اپنے محبوب شوہر کے دل سے اتر گئی تھی یہ اترنے والی تھی۔

سفر میں دھوپ تو ہوگی جو تم چل سکو تو چلو

سبھی ہیں بھیڑ میں تم بھی نکل سکو تو چلو

ادھر ادھر کی منزلیں جو چل سکو تو چلو

بنے بنائے ہیں سانچے جو ڈھل سکو تو چلو

سفر میں دھوپ تو ہوگی کسی کے واسطے کہاں راہیں بدلتی ہیں

تم اپنے آپ کو خود ہی بدل سکو تو چلو یہاں کسی کو کوئی راستہ نہیں دیتا

مجھے گرا کے اگر تم سنبھل سکو تو چلو سفر میں دھوپ تو ہوگی

یہی ہے زندگی، چند خواب کچھ امیدیں انہیں کھلونوں سے تم بھی اگر بھل سکو تو چلو

سفر میں دھوپ تو ہوگی ہر ایک سفر کو بے محفوظ راستوں کی تلاش

حفاظتوں کی روایتیں بدل سکو تو چلو سفر میں دھوپ تو ہوگی

کہیں نہیں سورج، دھواں دھواں ہے فضا خود اپنے آپ سے باہر نکل سکو تو چلو

کہیں نہیں سورج، دھواں دھواں ہے فضا خود اپنے آپ سے باہر نکل سکو تو چلو

سفر میں دھوپ تو ہوگی جو چل سکو تو چلو وہ ایک خوبصورت اور روشن سی صبح تھی

پردے سمیٹ کر کھڑکیوں کے پیٹ وا کرتے عریشہ نے تازہ ہوا کے ساتھ پھولوں کی مہک کو بھی اپنے اندر اتارا، گلابوں کے گلندستے کو لیے وہ پلٹ کر فاتح کی طرف آئی جو گہری نیند میں تھا عریشہ کے پکارنے پر کمرسا کر بازو کو آنکھوں پر

رکھتے آنکھوں میں چبھتی روشنی کو روکنے کی کوشش کی۔

”فاتح اٹھ بھی جائیں اب“ عریشہ نے اس کی آنکھوں سے باز دہناتے زور سے کندھا ہلا کر اس کی نیند کو بھگانے کی کوشش کی۔

”کیا ہے سونے دو یا ر!“ وہ سخت بے زار ہوا تھا دگائے جانے پر

”اچھا بات تو سن لیں پلیز“ وہ بہت نرمی سے کہہ رہی تھی فاتح نے بمشکل آنکھیں کھول کر جان چھوڑو والے تاثرات کے ساتھ عریشہ کو دیکھا۔

”پہلی برتھ ڈے نو یو پی برتھ ڈے مائی ڈیئر فاتح اینڈ مائی روڈ، پڑاؤ ڈی اینڈ ایرو کینٹ

ہسپینڈ“ سرخ پھولوں کا بو کے اس کی قریب کرتی مدہم لہجے میں گنگنا رہی تھی فاتح کی آنکھوں میں حیرت پھیلی اگلے لمحے وہ مسکراتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

”تھینک یو سوچ مائی ہٹلر وانف“ عریشہ کے ہاتھ سے گلندستے تھاتے نیند اور بے زاری دونوں غائب ہوئی تھی۔

”چلے جائیں اب شاماش نماز ادا کر لیں اپنے پیدا ہونے پر رب کا شکر ادا کریں“ فاتح کے اوپر سے بلیٹک ہٹا کر طرکرتے اس نے کہا

مبارکہ واپس نہ لیٹ جائے۔

”بدلے بدلے سے میرے سر کا نظر آتے ہیں۔“

”میری ساس صاحبہ اور سر صاحبہ کے کامیاب سیشنز کے آثار نظر آتے ہیں۔“ شریر لہجے میں اسے چھیڑتا داش روم کی طرف بڑھ گیا عریشہ نے ساختہ ہنسی تھی۔

”میری کوئی پرائیویسی ہے فاتح خبردار جو آنکھ وہ آپ نے میرے فون کو ہاتھ لگایا۔“

شگفتہ شگفتہ رواں دواں



ابن انشا کے سفر نامے



لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محل امین میڈین مارکیٹ 207 سرگرم روڈ اردو بازار لاہور
فون: 042-37310797, 042-37321690

کے اپنی زندگی میں ہونے پر نازاں، اسے بس خود تک محدود دیکھنا چاہتی ہیں وہ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ کسی نے اپنے خون جگر سے بیچ کر اسے قابل بنایا ہوتا ہے اپنی اولاد کی ہر چیز پر اس کے وقت پر بھی اپنا حق رکھتے ہیں۔ اس عورت کی وفا پر سوالیہ نشان اٹھتے ہیں جو اپنے شوہر کی جنت تک جاتی راہ کو کھونا کر رہی ہوئی ہے اور اس عورت کی وفا انمول ہے جو اپنے شوہر سے منسلک رشتوں کو عزیز رکھتی ہے اور جنت کے حصول میں اس کی مددگار بن رہی ہوتی ہے اس کے ہم قدم چلتی اس کی شریک حیات بھی اس کیلئے بے حد انمول تھی وہ بار بار اس کی بہت سی کوتاہیوں اور اس کے مزاج کی گرمی کو نظر انداز کرنے والا تھا وہ اتنے سب کے بدلے اتنا تو کر ہی سکتا تھا اسے یہ کرنا تھا کرنا ہی چاہئے تھا ان نازک آگینوں کے بارے میں سوال بھی تو روز مجھ بہت سخت ہونے والے تھے۔

”پتا ہے فاتح پہلے بہت سے چیزیں بوجھ لگتی تھیں کی یہ میرا فرض تو نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز پر ہمارے اجر رکھا ہے۔“

”اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھنے کی ضرورت ہے چیزیں خود بخود آسان ہوتی جاتی ہیں میں تھوڑا ایٹ گئی ہوں کلاس میں پیچھے سے کچھ کو کرنا ہے آج سے ہم تفسیر سننا شروع کریں گے اور آپ میرا ساتھ دیں گے۔“ فاتح کی جیکٹ سے موبائل اور بلوٹوتھ نکالتے اس نے کہا ایک بلوٹوتھ اسے اور ایک فاتح کے کان میں ڈال کر آڈیو پلے کرتے موبائل دوبارہ سے اس کی جیکٹ کی جیب میں ڈال کر چلنے کا اشارہ کیا وہ کچھ کہنے ہی والا تھا۔ لیکن اسی لمحے قاری صاحب کی حری انگیز آواز کانوں میں گونجنے لگی تھی۔



لیکن اب وہ بار بار اپنے اس رشتے پر کام کرتے تھے۔

اب بھی اس کے فاتح کے درمیان بہت سے اختلافات ہو جاتے تھے وہ ایک دوسرے سے خفا بھی ہوتے تھے لیکن اب ان دونوں نے اپنی زندگی کی ویلوز ڈیفائن کر لی تھی حدود طے کر لی تھی۔ جس کی پامانی کی کسی دوسرے کو اجازت نہیں تھی اور یہ ایک باریک بات نہیں تھی یہ کام انہیں بار بار کرنا تھا اور کرتے رہنا تھا۔

”آپ کو پتہ ہے میں کچھ دن ہوئے تفسیر قرآن کی کلاس لینے جا رہی ہوں۔“

”اچھا کس وقت اور کہاں بتایا نہیں مجھے۔“

وہ اپنی بے خبری پر حیران تھا۔

”ادھر ہمارے گھر کے قریب ہی تین سے چار بجے تک، پتہ ہے فاتح میں واقعی بہت مٹھی ہو گئی تھی ابو ٹھیک کہتے ہیں کوئی نہ کوئی مثبت چیز اپنی زندگی میں شامل کرنے رہنا چاہیے۔ مولیٰ وی نیشنل ویڈیوز، کسی کتاب کا مطالعہ، مثبت سوچ رکھنے والے انسان کے ساتھ ایک نشست، یہ سب چیزیں ہمارے ایمان کے لیول کو بڑھانے کا کام دیتی ہیں۔“

”تم ٹھیک کہہ رہی ہو ان سب چیزوں کا ہماری زندگی پر کتنا مثبت اثر ہوتا ہے یہ میں روز محسوس کرتا ہوں“ اس نے ایک محبت بھری نظر اپنے ساتھ چلتی عریضہ پر ڈالتی ہے وہ اب اس عورت کی عزت کرنا خود اپنا فرض سمجھتا تھا جو جنت کے حصول کو اس کے لئے آسان بنا رہی تھی اس پر فرض نہیں تھا ساس سسر کی خدمت کرنا نا ہی شریعت اسے اس کا پابند کرتی تھی لیکن اس کا اخلاقی فرض تو تھا نہ اس کے شوہر پر فرض ہے اپنے والدین کی خدمت کرنا والدین اللہ کی رضا اور جنت کے حصول کا ذریعہ ہیں جو لڑکیاں شوہر

اس نے فحش سے کہا وہ ہنستا ہوا واش روم میں بند ہو گیا وہ اکثر اپنی انجمنوں کا اظہار ابوسے اور اپنے غیے اور بیزاری کا اظہار ماں کے سامنے کرتی تھی پھر ابو کی نصیحت اور امی کی جھاڑ سن کر طبیعت فوراً سٹ ہو جاتی دل و دماغ میں پینے والے منفی جذبے اپنی موت آپ مر جاتے تھے۔ فرقان صاحب ایک دن اسے ڈانٹ رہے تھے۔ جب فاتح نے ان کی باتیں سن لی تھیں وہ تین دفعہ اتفاقاً اماں کے وائس نوٹ بھی سن لیے تھے وہ اب اکثر اسے چھیڑتا رہتا تھا کہ لگاؤں تمہاری شکایت آئی ہے۔“

نماز پڑھ کر وہ دونوں واک کے لیے نکل آئے صبح کے پرسکون ماحول نے مزاج کی خوش گواریت میں مزید اضافہ کیا تھا۔

”وہ ایک انسان ہے خوبیوں اور خامیوں کا مرکب وہ صرف ایک شوہر نہیں ہے اس کی ذات سے دوسرے بہت سے رشتے منسلک ہیں۔ ایک انسان کو اپنے خواص پر اتنا حاوی نہ کرو کہ وہ تمہارے میٹکل جس کو متاثر کرے اس دائرے کے اندر ہی رہو جو کہب نے تمہارے مقرر کیا ہے نہ کسی کو اپنے حقوق پامال کرنے کی اجازت دو نہ کسی کے حقوق پامال کرو آئیڈیلزم سے نکل کر آؤ رشتے ہماری آزمائش ہوتے ہیں بیٹا سارے تعلق ٹوٹ بھی جائیں بس بندھے اور رب کا تعلق ٹوٹنا نہیں چاہئے نہ کمزور ہونا چاہئے“

فاتح کے ہم قدم چلتے اسے ابو کی باتیں یاد آ رہی تھیں وہ ٹھیک کہہ رہے تھے اسے یہ سمجھ آ گیا تھا کہ نہ وہ کسی گلیمرس ڈرامے یا ناول کی وہ ہیروئن تھی جس کا ہیرو ہر وقت اس کی ناز برادریاں کرتا اس کی فنی کو شہد سمجھ کر پی جاتا اور اس کی غلطیوں کو بار بار معاف کرتا وہ اس کی اصل زندگی کا ہیرو تھا۔

مودی، تھوڑا اتنا پرست، اکثر اپنی منوانے والا،